معصوم 7

قصوں کی دُنیا

باقر العلوم

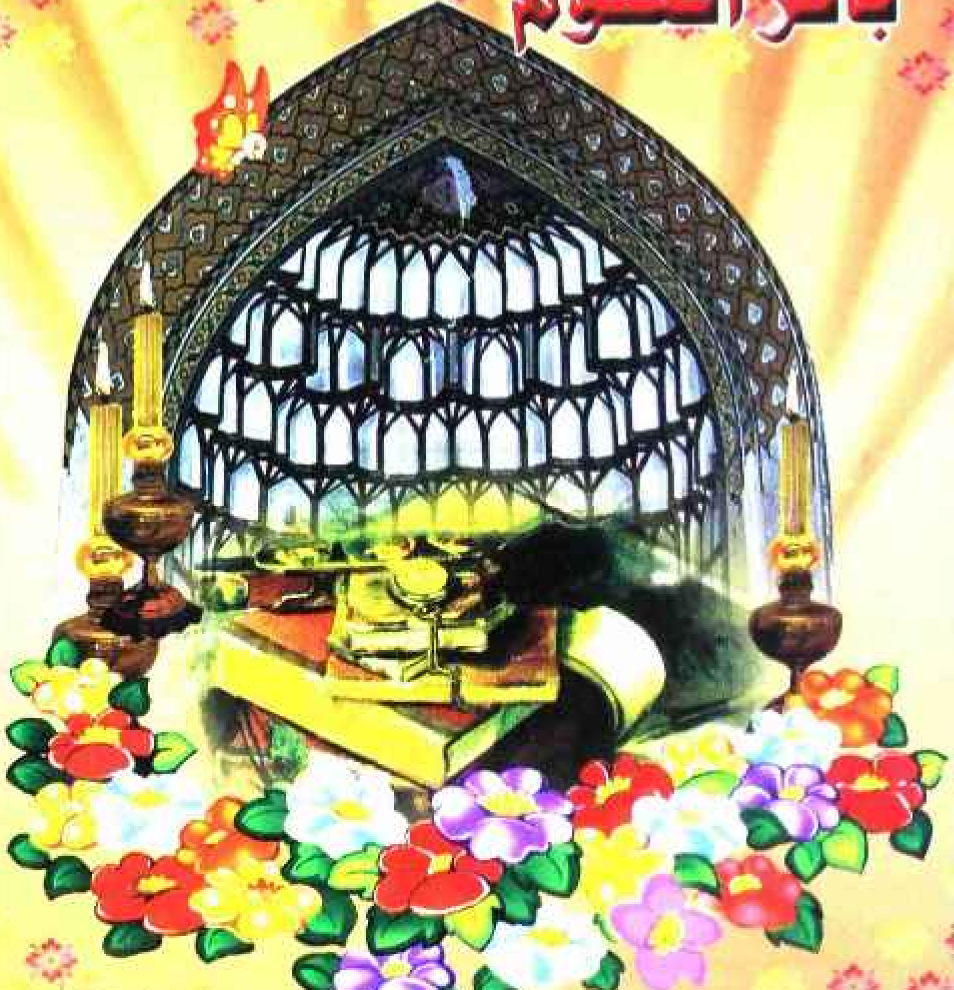

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معصوم 7

قصوں کی دنیا

باقر العلوم

پیشکش

مرکز علم و عمل کراچی

E-31 رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی فون: 6622656
E-mail:info@tahera.org

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب: **باقر العلوم**

تالیف: حسین فتاحی

ترجمہ: سجاد حسین مہدوی

تصحیح: حیدر عباس عابدی

گرافکس: اکبر رضوی

ناشر: مرکز علم و عمل

تعداد: ۱۰۰۰

تاریخ: فروری ۲۰۰۷

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	ایک اور علی، ایک اور فاطمہ	۶
۲۔	اللہ کے رسولؐ کا سلام	۱۰
۳۔	نبی اکرمؐ کی طرح	۱۵
۴۔	بہترین عبادت	۱۹
۵۔	خلیفہ کی سازش	۲۲

پیش لفظ

قصہ گوئی اور قصہ نویسی زمانہ قدیم سے ادب کی ایک اہم صنف سمجھی جاتی رہی ہے۔ اگر چہ یہ بچوں اور بڑوں دونوں ہی کے لئے مفید ہے لیکن بچوں پر اس کے اثرات بڑوں سے کہیں زیادہ نظر آتے ہیں۔ بچپن میں سنے گئے قصے ذہن نشیں ہو جاتے ہیں اور ساری زندگی یاد رہتے ہیں۔ بچہ اس میں بیان کی گئی اچھی بات پر عمل پیرا رہتا ہے اور بری بات سے پرہیز کرتا ہے۔

اسی لئے بچوں کو قصے سنانے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

والدین اس احتیاط کے پیشِ نظر کافی پریشان نظر آتے ہیں کہ بچوں کو کون سے قصے سنائے جائیں۔؟

ہمیں بھی اس بات کا شدت سے احساس تھا۔ کیونکہ موجودہ دور میں اچھا اور مفید ادب ویسے ہی مفقود ہوتا جا رہا ہے اور بچوں کے لئے تو اس کمی کو اور زیادہ محسوس کیا جاتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر ہم جہاں بچوں کے لئے کچھ دلچسپ سرگرمیاں منظرِ عام پر لائے وہاں مفید قصوں کے بھی کئی سلسلے شروع کئے۔

الف: انبیاء کے قصے (بچوں کا طاہرہ میں شائع ہوئے)

ب: داستانِ وحی: متعدد قرآنی آیات کے پس منظر میں بہت سے واقعات موجود ہیں

جنہیں شانِ نزول کہا جاتا ہے۔ ان واقعات کو آیات کی ترتیب کے حساب سے جمع کیا گیا ہے اور قصوں کے انداز میں تین جلدوں میں پیش کیا جا چکا ہے۔

ج: قصوں کی دنیا: ہر معصوم کی مکمل زندگی قصوں کی صورت میں۔ اس سلسلے میں سردارِ انبیاء، فرزندِ کعبہ، ام ابیہا، گلِ کوثر، رنگِ بہشت، زین العابدین، صادقِ آلِ محمد اور صبحِ امید کے نام سے کئی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں جن کو بہت زیادہ پسند کیا گیا۔

اب اس سلسلے کی ایک اور کڑی "باقر العلوم" پیش کر رہے ہیں جو امام محمد باقرؑ کی زندگی پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ یہ بھی ہمارے قارئین کو پسند آئے گی۔

ہماری خواہش ہے کہ بہت جلد یہ سلسلہ بھی مکمل کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں قارئین سے جو درخواست ہے وہ یہ کہ ایک تو ہمارے لئے دعا کریں کہ خدا ہمیں اس کام کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دوسرے ان کتابوں کو لوگوں تک پہنچانے میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ کیونکہ مفید کتابوں کو جہاں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنا چاہیے وہاں اس کی فروخت سے حاصل شدہ رقم سے ادارے کے مالی بوجھ میں بھی کمی واقع ہوگی اور مزید اچھی کتب بھی منظرِ عام پر آ سکیں گی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کے تعاون کے ساتھ اس نیکی کے کام کو ہمیشہ جاری رکھیں گے۔

شعبہ تربیت

مرکزِ علم و عمل

ایک اور علی ۔ ایک اور فاطمہ

بہت سالوں پرانی بات ہے، مدینہ میں ایک امام رہتے تھے، جنہیں سب پہچانتے تھے۔ان کا نام حسینؑ تھا۔ حسین حضرت علیؑ اور بی بی فاطمہؑ کے بیٹے تھے۔وہ اللہ کے رسولؐ کے نواسے تھے اور رسولِ خدا ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔

امام حسینؑ کے بیٹے کا نام علی تھا۔وہ اللہ کی اتنی اچھی طرح عبادت کیا کرتے تھے کہ لوگ انہیں "زین العابدین" کہنے لگے تھے؛ یعنی عبادت کرنے والوں کی زینت۔جب یہ علی جوان ہوگئے تو ان کے والد یعنی امام حسینؑ نے سوچا کہ ان کی شادی کردیں۔وہ چاہتے تھے کہ ان کے لئے بہترین شریکِ حیات کا انتخاب کریں۔ایک نیک اور اچھی شریکِ حیات۔

امام حسینؑ نے اپنے رشتہ داروں اور اصحاب کی بیٹیوں کے بارے میں سوچا تو ان کے ذہن میں اپنے بھائی حسنؑ کی بیٹی فاطمہ کا خیال آیا۔وہ بہت نیک اور اچھی لڑکی ہونے کے علاوہ بھائی حسنؑ کی یادگار بھی تھیں، لہذا ان سے بہتر کون ہوسکتا تھا! امام حسینؑ نے اپنے بیٹے علی سے بات چیت کی پھر اس کے بعد اپنی بھتیجی فاطمہ سے پوچھا۔

دونوں کی رضامندی کے بعد امام حسینؑ نے مدینہ کے مسلمانوں کو دعوت دی

تا کہ وہ امامؑ کے بیٹے اور ان کی بھتیجی کی شادی میں شرکت کریں۔ وہ شادی مسلمانوں کے لئے بڑی یادگار تھی۔ خاندانِ رسولؐ کے گھر میں سب لوگ بڑے خوش تھے۔

شادی کے موقع پر بنی ہاشم کی عورتیں امام حسینؑ کے گھر میں جمع ہوئیں اور انہوں نے کھانا پکانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دراصل مدینہ کے تمام مسلمان امامؑ کے گھر آنے والے تھے۔ کچھ عورتوں نے مٹھائی کا انتظام سنبھال لیا۔ وہ چاہتی تھیں کہ یہ شادی سب کے لئے یادگار ہو جائے۔ اس لئے کہ دولہا امام حسینؑ کے فرزند اور دلہن امام حسنؑ کی دختر تھیں۔ اور حسنؑ و حسینؑ باغ رسولؐ کے خوبصورت پھول تھے اور دونوں کا تعلق خاندانِ رسولؐ سے تھا۔ شادی بہت سادگی سے منعقد ہوئی تھی۔

عورتوں نے امام حسینؑ کے گھر میں صفائی کی اور فرش بچھایا۔ جس پر مدینہ کے لوگ آکر بیٹھنے لگے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو امام حسینؑ اٹھے اور خدا کی حمد وثناء کرنے اور رسول اللہ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد سب لوگوں کو بتایا کہ بھائی حسنؑ کی بیٹی فاطمہ اور میرے بیٹے علیؑ کی شادی ہو رہی ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔

اس کے بعد سب لوگوں کو کھانا اور مٹھائی کھلائی گئی۔ سب لوگوں نے خوشیاں منائیں اور امام حسینؑ کو مبارکباد دے کر چلے گئے۔

شادی کی تقریب کے بعد امام حسینؑ نے اپنے بیٹے علیؑ کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں لیا اور دلہن فاطمہ کا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر دونوں کو دعائیں دیں

اور اللہ سے درخواست کی کہ وہ اس شادی میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے امام حسینؑ کی دعا قبول فرمائی اور ان دونوں کو ایک بہت پیارا بیٹا عطا فرمایا جو رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ شباہت رکھتا تھا۔ اسی لئے اس بیٹے کا نام محمد رکھا گیا۔

محمد کی عمر ابھی تین سال ہی تھی کہ ان کی زندگی میں ایک اہم واقعہ پیش آ گیا۔ ایک دن ان کے بابا زین العابدینؑ انہیں گود میں اٹھا کر دادا امام حسینؑ کے گھر لے گئے۔ وہاں سب لوگ جمع تھے؛ پھوپھیاں، چچا اور ان کے بیٹے بیٹیاں۔ آدھی رات کے وقت ننھے محمد کو ان کی امی کے پاس بٹھا دیا گیا جو ایک اونٹ کے اوپر کجاوے میں بیٹھی تھیں۔ دوسرے اونٹوں پر بھی عورتیں اور بچے موجود تھے۔ یہ ایک قافلہ تھا جو مدینہ کی گلیوں سے ہوتا ہوا شہر سے باہر کی طرف جا رہا تھا۔ محمد رات کی اس تاریکی میں اونٹوں کی گھنٹیوں کی آوازیں سن رہے تھے اور قافلہ مدینے سے نکل کر مکہ کی طرف جا رہا تھا۔

مکہ پہنچنے کے بعد ننھے محمدؑ اپنے بابا امام زین العابدینؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے گئے۔ طواف کیا اور دعا کرنے کے بعد واپس آ گئے۔

پانچ مہینے وہیں گزارنے کے بعد جب حج کا موسم آیا تو تمام مسلمان حج کے لئے مکہ آنے لگے۔ لیکن ننھے محمد کے دادا امام حسینؑ نے حکم دیا کہ قافلہ حج کرنے کے بجائے مکہ سے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ کاروان مکہ سے روانہ ہوا اور کوفہ کی طرف جانے لگا۔ لیکن یزید نے حکم دیا کہ قافلہ کو کوفہ جانے سے روک دیا جائے اس لئے یہ قافلہ کربلا میں رک گیا۔

کربلا میں ننھے محمد نے عاشورا کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یزید کے ظالم سپاہیوں کو دیکھا۔ اپنے بابا امام زین العابدین کی بیماری کو دیکھا۔ اپنے دادا امام حسین اور ان کے اصحاب کی شہادت کو دیکھا۔ وہ بھی دوسرے بچوں کی طرح پیاسے رہے اور یزید کے ظالم سپاہیوں کے طمانچے بھی برداشت کیے۔ انہوں نے بھی دوسرے بچوں کی طرح خیموں کو جلتے ہوئے دیکھا اور دوسرے دن اپنے بابا امام زین العابدینؑ، ان کی پھوپھی بی بی زینبؑ اور دوسرے افراد کے ہمراہ قیدی بنے اور ان کے ساتھ کوفہ وشام کے بازاروں اور درباروں میں گئے۔

اس زمانے میں اگرچہ محمد کی عمر کی صرف تین سال تھی لیکن وہ یہ سب باتیں جانتے اور سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے دادا نے کس وجہ سے یزید کے ساتھ جنگ کی اور کس لئے شہید ہوئے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے بابا کو زنجیریں کیوں پہنائی گئی ہیں۔ وہ یزید کے دربار میں امام زین العابدین کی تقریروں کو بھی سمجھتے تھے۔ انہوں نے وہ باتیں کبھی نہیں بھلائیں۔ مدینہ واپس آنے کے بعد وہ ان واقعات کو یاد کرتے رہتے تھے۔

اللہ کے رسولؐ کا سلام

محمدؒ پانچ سال کے ہو چکے تھے۔ ایک دن وہ کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جب گھر پر آئے اور صحن میں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے بابا امام زین العابدین کسی کے ساتھ برآمدے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ وہ آدمی بہت ہی بوڑھا تھا اور اس کے بال بھی سفید ہو چکے تھے۔ محمد ان کو جانتے تھے۔ ان کا نام ''جابر بن عبداللہ انصاری'' تھا۔ امام زین العابدینؑ نے انہیں بتایا تھا کہ جابر نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ انہوں نے نبی کے بعد علی مرتضیٰ، حسن مجتبیٰ اور حسین سید الشہداء علیہم السلام کا بھی ساتھ دیا ہے۔

جابر ان کے بابا کے دوست تھے اور جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا کوئی سوال ان کے ذہن میں آتا تو وہ ان کے گھر آجاتے تھے۔ انہیں امام زین العابدینؑ کی باتیں سننا بہت اچھا لگتا تھا کیونکہ وہ ان کے بابا زین العابدینؑ کو اپنا امام مانتے تھے۔

ننھے محمد نے دور ہی سے دونوں کو سلام کیا اور آگے بڑھے۔ پہلے بابا اور اس کے بعد جابر نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ جب محمد نزدیک پہنچے تو حضرت جابر نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا: یہ بچہ کون ہے؟

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: میرا بیٹا محمد ہے!

یہ نام سنتے ہی جابر کچھ دیر سوچ میں ڈوب گئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں کوئی اہم بات یاد آ رہی ہو۔ پھر وہ تعجب سے بڑبڑائے: محمد!

اس کے بعد جابر احتراماً کھڑے ہو گئے اور اپنی کمزور نظروں سے بچے کو غور سے دیکھنے لگے، جوان سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ پھر کہنے لگے: بیٹا ادھر آیئے ذرا میں آپ کو اچھی طرح سے دیکھ لوں۔

محمد آگے بڑھے تو جابر نے اچھی طرح سے انہیں دیکھا۔ پھر جھک کر ان کے ہاتھوں کو چوما، پیشانی پر بوسہ دیا اور رونے لگے۔ وہ روتے ہوئے کہتے جاتے تھے: خدائے کعبہ کی قسم! کہ یہ چہرہ بالکل رسولِ خدا کے چہرے جیسا ہے۔ یہ بولنا اور یہ چلنا بالکل اللہ کے رسولؐ کے بولنے اور چلنے کی مانند ہے۔

پھر جابر نے محمد کو گود میں اٹھا کر اپنے پیروں پر بٹھا لیا اور بولے: اے بیٹا! آپ کے جدِ امجد رسول اللہ نے آپ کو سلام کہا ہے۔

جابر نے ننھے محمد کو ایک بار پھر پیار کیا اور امام زین العابدینؑ کی جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگے: کئی سال پہلے، جب آپ کے جد، نبی اکرم ﷺ زندہ تھے، ایک بار مجھے کوئی مشکل پیش آ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اس مسئلے کے حل کے لئے رسول اللہ ﷺ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے! میں ابھی ان کے پاس جاتا ہوں اور ان سے مدد مانگتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے نکلا، مدینہ کے گلی کوچوں سے ہوتا ہوا نبی اکرمؐ کے دروازے پر پہنچا۔ اندر سے ایک بچے کے کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے دستک دی۔ جب اجازت ملی تو میں گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں پر رسول اللہ آپ کے بابا حسینؑ کے ساتھ کھیل رہے

تھے جو اس وقت تین چار سال کے تھے۔ رسول اللہ کو ان سے بہت محبت تھی۔ وہ ایک لمحے کو بھی انہیں اپنی نظروں سے دور نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب حسینؑ نے مجھے دیکھا تو دوڑ کر رسول اللہ کے پاس چلے گئے۔ حضورؐ نے انہیں گود میں اٹھا لیا اور میرے سلام کا جواب دیا۔

میں اس وقت کسی کام سے وہاں گیا تھا لیکن وہ منظر دیکھ کر میں اپنی مشکل بھول گیا۔ حسین سے رسول اللہ ﷺ کی محبت نے مجھے حیرت زدہ کر دیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حسین اونچے ہو کر اللہ کے رسولؐ کے شانوں پر بیٹھ گئے اور کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ ان کی ہنسی کی آواز سُن کر نبی بھی بہت خوش تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! یہ حسینؑ بڑا ہو گا اور خدا اسے ایک بیٹا عطا کرے گا جس کا نام علی ہو گا۔ وہ زین العابدین کے نام سے مشہور ہو گا۔ جب زین العابدین بڑے ہو جائیں گے تو اللہ انہیں بھی ایک بیٹے سے نوازے گا۔ وہ بالکل میری طرح ہو گا۔ اس کا نام محمد ہے۔ اس کا علم میرا علم اور اس کا حکم میرا حکم ہو گا۔ اس کے درس کی کلاس میں بہت سے شاگرد شرکت کریں گے۔ وہ اپنے شاگردوں کے مشکل اور پیچیدہ سوالات کو حل کر دے گا۔ وہ علم و دانش کو اتنا فروغ دے گا کہ ''**باقر العلوم**'' کے نام سے مشہور ہو جائے گا۔ اے جابر! تم اس وقت تک زندہ رہو گے اور اس سے ملاقات کرو گے۔ جب تم اس سے ملو تو اسے میرا سلام دینا۔

☆......☆......☆

اس زمانے میں رسول اللہ کی وفات کو پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ جابر جیسے کئی لوگ یہ جانتے تھے کہ اس دوران اسلام کو کس طرح سے بالکل

بدل دیا گیا ہے۔ اس عرصہ میں نبی اکرمؐ اور عوام کے دشمن خاموش نہیں بیٹھے ہوئے تھے بلکہ انہوں نے اسلام کے احکامات کو اپنے مفاد میں تبدیل کر دیا تھا۔

اب اسلام کی حقیقی تعلیمات کو بیان کرنے کے لئے امام زین العابدینؑ ہی بہترین شخص تھے۔ اسی لئے سچے مسلمان ان ہی کو اپنا امام سمجھتے تھے اور ان کے دروس میں شرکت کیا کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ امامؑ کی باتوں پر عمل کرتے رہیں۔ امام زین العابدینؑ دیکھ رہے تھے کہ ان کے نانا کا دین خطرے میں ہے اس لئے ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کی پوری زندگی درس بن جائے۔ ان کا کام دوسروں کے لئے نمونہ عمل بن جائے، لوگوں کے ساتھ ان کا رویہ بھی درس ہو، ان کی عبادت نمونہ ہو۔ امامؑ کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہوا تھا، لوگ آتے اور امامؑ کی باتیں سنا کرتے اور اپنے سوالات ان سے پوچھا کرتے تھے۔

محمد بھی ہمیشہ ان کے ساتھ رہا کرتے تھے اور اپنے بابا کی زندگی کے تمام لمحات سے درس حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے بابا کے بہترین شاگرد تھے۔

ایک دن امام زین العابدینؑ نے اپنے بیٹے محمد باقرؑ کو اپنے پاس بلایا اور ایک قرآن اور ایک انگوٹھی ان کو دی جو رسول اللہ ﷺ کی یادگار تھی اور ان کے بابا امام حسینؑ نے ان کو دی تھی۔ پھر ان کو آخری وصیت کی اور کچھ دیر بعد شہید ہو گئے۔

امام محمد باقرؑ نے اپنے بابا امام زین العابدینؑ کے بعد ان کے راستے کو جاری رکھا۔ اب ان کا گھر درسگاہ تھا اور جس کسی کو کوئی مشکل پیش آتی تھی وہ امام محمد باقرؑ کے پاس آجاتا تھا۔ اب لوگوں کو جابر کی بات سمجھ میں آگئی تھی۔ اب وہ جب بھی

مدینہ کی گلیوں میں امام محمد باقر کو دیکھتے تھے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کا وہ جملہ یاد آجاتا تھا کہ جو آپؐ نے جابر سے فرمایا تھا: ''میرا بیٹا محمد باقر العلوم ہے۔ محمد علوم کو پھیلانے والا ہے۔''

نبی اکرمؐ کی طرح

ایک مرتبہ ایک شخص کسی دور دراز علاقے سے مدینہ منورہ آیا۔ وہ جانتا تھا کہ مدینہ نبی اکرم ﷺ کا شہر ہے اور اس شہر میں بہترین مسلمان رہتے ہیں۔ اس نے یہاں پہنچ کر سب سے پہلے مسجد نبوی کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے پتہ بتایا تو وہ سیدھا وہاں پہنچا۔ اس نے پوری مسجد پر ایک نظر ڈالی تو دیکھا کہ کچھ لوگ نماز پڑھنے میں اور کچھ لوگ دعا کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ ایک شخص کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ جب اس کی نماز ختم ہوئی تو اجنبی نے اس سے کہا: میں بہت دور سے یہاں آیا ہوں۔ میں کسی مسلمان عالم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔

نمازی نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی اور جو لوگ مسجد میں اس وقت موجود تھے سب کو دیکھا اور پھر ایک کونے میں نماز پڑھنے والے ایک بوڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اجنبی سے کہا: وہ دیکھو، ادھر اس کونے میں وہ جو بوڑھا نظر آرہا ہے، جاؤ اس سے اپنے سوالات پوچھ لو۔ وہ دوسرے خلیفہ حضرت عمر کا بیٹا عبداللہ بن عمر ہے۔ وہ ضرور تمہارے سوالات کا جواب دے دے گا۔

اجنبی وہاں سے اٹھا اور عبداللہ بن عمر کے پاس پہنچا۔ پھر احترام کے ساتھ اسے سلام کیا اور ادب کے ساتھ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ عبداللہ بن عمر نے اس کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

اجنبی بولا: میں بہت دور سے مدینہ آیا ہوں۔ کیونکہ یہ نبی کا شہر ہے۔ میرے ذہن میں ایک سوال ہے، وہ میں کسی مسلمان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

عبداللہ بن عمر نے سر ہلاتے ہوئے کہا: ٹھیک ہے، اپنا سوال پوچھو۔

اجنبی نے بہت آرام سے لیکن اچھی طرح اپنا سوال عبداللہ بن عمر کو بتایا۔ عبداللہ نے سوال سُن کر تھوڑی دیر غور کیا اور پھر بولا: ایک بار پھر اپنا سوال دہراؤ، تاکہ میں اچھی طرح اس پر غور کر سکوں۔

اجنبی نے ایک بار پھر اچھی طرح سے اپنا سوال بیان کیا اور عبداللہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد اسے اپنے سوال کا جواب مل جائے تاکہ اس کے دل کی خلش دور ہو جائے اور وہ اطمینان کے ساتھ اپنے شہر واپس چلا جائے۔ لیکن عبداللہ خاموشی سے غور و فکر میں مصروف تھا۔ جب کافی دیر تک عبداللہ نے کوئی جواب نہیں دیا تو اجنبی بولا: کیا ہوا اے خلیفہ کے بیٹے! میرے سوال کا جواب آپ نے نہیں دیا۔ کیا آپ کو بھی اس سوال کا جواب نہیں معلوم؟

عبداللہ بن عمر یہ سُن کر شرمندہ ہو گئے اور بولے: تمہارا سوال بہت مشکل ہے اور مجھے اس کا جواب نہیں آتا۔

اجنبی مایوسی سے بولا: یعنی نبی کے شہر میں کوئی ایسا عالم نہیں ہے جو میرے سوال کا جواب دے سکے؟

عبداللہ بن عمر نے مسجد میں ایک نظر دوڑائی۔ دیکھا کہ منبر رسولؐ کے پاس ایک نوجوان نماز پڑھنے میں مصروف ہے۔ عبداللہ نے اجنبی سے کہا: اس نوجوان کو دیکھ رہے ہو؟ جاؤ اس کے پاس جا کر اپنا سوال پوچھ لو اور جواب حاصل کر لو،

جواب مل جائے تو مجھے بھی آ کر بتا دینا۔

اجنبی حیرت اور تعجب کے ساتھ وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا: عجیب بات ہے! خلیفہ کا بیٹا اتنا عمر رسیدہ ہونے کے باوجود میری بات کا جواب نہیں دے سکا اور اب مجھے ایک بچے کے پاس بھیج رہا ہے۔

اجنبی شک و تردد کے ساتھ نوجوان کے پاس جا بیٹھا۔ جب اس کی نماز ختم ہوئی تو اس نے اجنبی کی طرف دیکھ کر محبت سے کہا: السلام علیکم!

اجنبی نے سلام کا جواب دیا۔ پھر مدینہ آنے کی وجہ بتائی اور اپنا سوال دہرایا جو کئی سال سے اس کو پریشان کر رہا تھا۔

نوجوان نے غور سے اس کا سوال سنا اور اس کے بعد دھیمے لہجے میں جواب دینے لگا۔ نوجوان کی باتیں سُن کر اجنبی کو بہت سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے سالہا سال پیاسا رہنے کے بعد اب اسے ٹھنڈا اور میٹھا پانی مل رہا ہو۔ نوجوان کی باتیں سُن کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آتی جا رہی تھی۔ اب وہ بہت غور سے نوجوان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت صاف ستھرا، سادہ اور مہذب و مودب انسان لگ رہا تھا۔

نوجوان نے اس کے سوال کا جواب بہت سادہ انداز میں دے دیا تو اجنبی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور خدا حافظ کہہ کر عبداللہ بن عمر کے پاس آ گیا۔

عبداللہ بن عمر بے چینی کے ساتھ اجنبی کا منتظر تھا۔ جب وہ پاس آ کر بیٹھ گیا تو اس نے فوراً پوچھا: تمہیں اپنے سوال کا جواب مل گیا؟

اجنبی نے خوش ہو کر کہا: ہاں! کتنا اچھا جواب اس نوجوان نے دیا ہے! یہ

بتاؤ کہ یہ نوجوان کون ہے جو اتنا سمجھدار اور حکمت والا ہے۔ وہ تو بالکل انبیاء کی طرح گفتگو کرتا ہے۔

عبداللہ نے کہا: وہ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب ہے۔

اجنبی بولا: تو یوں کہو کہ وہ نواسۂ رسولؐ ہے۔ پھر تو اس کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

عبداللہ بن عمر نے کہا: ہاں، اس خاندان کو خدا نے علم سے نوازا ہے، اور کوئی بھی ان کی برابری نہیں کر سکتا، اسی لئے تو اللہ کے رسولؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ باقر العلوم ہیں۔

اجنبی خوشی خوشی مسجد سے نکلا تاکہ اپنے قبیلے میں جا کر لوگوں کو بتائے کہ جس سوال کا جواب مدینہ کے بوڑھے اور بزرگ نہیں دے سکے اس کا جواب خاندانِ نبوت کے ایک نوجوان نے کتنی آسانی سے دے دیا۔

بہترین عبادت

گرمی کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آسمان سے آگ برس رہی ہو۔ ایک بوڑھا آدمی جو بہت عبادت گزار اور بڑا پرہیزگار نظر آرہا تھا، مدینہ کے ایک کھیت کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس کے بال سفید تھے اور داڑھی بھی بہت لمبی تھی۔ مدینہ والے جانتے تھے کہ اس کا نام محمد بن منکدر ہے۔ جس کا تعلق صوفی مسلک سے ہے اور وہ اپنا زیادہ تر وقت اللہ کی عبادت میں گزارتا ہے۔ کھیت کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ سخت دھوپ میں ایک شخص کھیتی باڑی میں مشغول ہے۔

محمد بن منکدر دل ہی دل میں کہنے لگا: تعجب ہے! یہ شخص اس گرمی میں دنیا حاصل کرنے کے لئے کس طرح سے کام کر رہا ہے؟! کیا مالِ دنیا کی اس قدر اہمیت ہے!

یہی سوچتا ہوا وہ اور قریب پہنچا تو دیکھا کہ کھیتی باڑی کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ امام محمد باقرؑ ہیں۔ اس کا تعجب اور بھی بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ محمد باقرؑ شیعوں کے امام، قریش کے بزرگ اور مدینہ کی مشہور شخصیت ہیں۔ اس نے سوچا کہ بہتر ہے کہ میں انہیں سمجھاؤں اور کچھ نصیحت کروں۔

وہ آہستہ آہستہ امامؑ کے قریب گیا اور نزدیک پہنچ کر سلام کیا۔ امامؑ نے اپنا

ہاتھ روک کر سانس درست کیا اور اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔

عبادت گزار بولا: کیا یہ اچھی بات ہے کہ آپ جیسا شخص جو کہ قریش کا بزرگ ہے، اس طرح مالِ دنیا کے لئے کام کرے؟ جو شخص شیعوں کا امام اور رہبر ہے وہ اس طرح گرمی میں اتنی پریشانی اٹھائے؟ کیا مالِ دنیا کی اتنی اہمیت ہے؟ اے فرزندِ رسول! اگر اس وقت موت کا فرشتہ آجائے تو آپ خدا کو کیا جواب دیں گے؟

امام محمد باقرؑ نے محمد بن منکدر کی طرف دیکھا اور فرمایا: اگر اس حالت میں موت کا فرشتہ میرے پاس آجائے تو یہ میرے لئے بہت فخر کی بات ہے۔

کیوں؟ صوفی محمد بن منکدر کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو اس نے امامؑ سے پوچھا۔

امام نے فرمایا: کیونکہ میں عبادت کر رہا ہوں اور خدا کی اطاعت میں مصروف ہوں۔ رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے تکلیف اٹھا رہا ہوں۔

کیا مال کمانے کے لئے کام کرنا عبادت ہے؟! صوفی نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

ہاں! یہ اللہ کی اطاعت ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا کی اطاعت وعبادت صرف نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہے؟ نہیں، خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ دوسروں کی طرح میرا بھی ایک گھر ہے، ایک خاندان ہے اور مجھے بھی اپنی زندگی گزارنے کے لئے کام کرنا چاہئے اور تکلیف اٹھانی چاہئے تاکہ دوسروں کا محتاج نہ بنوں۔ ہر

ایک کو کام کرنا چاہئے تا کہ وہ اپنی زندگی کے اخراجات بھی ادا کر سکیں اور غریبوں کی بھی مدد کر سکیں۔ اگر میں محنت مزدوری نہ کروں تو میری کوئی آمدنی نہیں ہوگی اور میں کسی نیک کام میں شرکت بھی نہیں کر سکوں گا؛ اس صورت میں میں خدا کے سامنے شرمندہ ہوں گا۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنا بارِ زندگی دوسروں کے کاندھوں پر نہ ڈالو اور رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو۔ لہذا اب تم نے دیکھ لیا کہ میرا کام کرنا خدا کے فرمان کی اطاعت ہے، نہ کہ مال پرستی اور دنیا دوستی!

بوڑھے صوفی نے کچھ دیر امامؑ کی بات پر غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ امام محمد باقرؑ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس کے پاس امامؑ کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس لئے وہ شرمندہ ہو گیا اور سر جھکا کر بولا: اے فرزندِ رسول! مجھے معاف کیجئے گا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ کو سمجھاؤں، لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ مجھے خود نصیحت اور آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ آج آپ نے مجھے بہت بڑا درس دیا ہے۔ یہ درس میں کبھی نہیں بھلاؤں گا۔

اس کے بعد بوڑھا سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔

خلیفہ کی سازش

مدینہ منورہ میں امام محمد باقرؑ کے شاگرد بہت زیادہ تھے۔اس کے علاوہ آپؑ کے حُسنِ اخلاق اور نیک کردار کی وجہ سے مدینہ کے تمام رہنے والے آپؑ سے بہت محبت کرتے تھے۔

یہ خبر اس زمانے کے خلیفہ کو پہنچی جس کا نام ہشام بن عبدالملک تھا۔ ہشام بھی دوسرے ظالم حکمرانوں کی طرح یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ کوئی نیک انسان کسی علاقے میں رہتا ہو اور وہاں کے رہنے والے اسے پسند کرتے ہوں اور اس کی بات مانتے ہوں۔ چنانچہ اس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور وہ اس بات سے خوفزدہ ہوگیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ امامؑ کے گرد جمع ہو جائیں اور اس کے لئے مشکلات کھڑی کردیں۔ اس لئے وہ امام محمد باقرؑ کو راستے سے ہٹانے کے لئے کوئی ترکیب سوچنے لگا۔ اس نے سوچا کہ اگر میں ان سے لڑنے کے لئے کوئی لشکر مدینہ بھیج دوں تو لوگ میرے بارے میں کیا سوچیں گے اور میرا مذاق اڑائیں گے کہ ایک آدمی سے لڑنے کے لئے پورا لشکر بھیج دیا۔

جب اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو اس نے اپنے درباریوں سے صلاح مشورہ کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ امام محمد باقرؑ اور ان کے بیٹے جعفر صادقؑ کو خاموشی سے شام بلوالے تاکہ لوگ اصل بات کو نہ سمجھ سکیں۔ پھر شام بلا کر کوئی ایسا

کام کیا جائے کہ لوگوں کے سامنے وہ ذلیل ہو جائیں اور لوگ ان کی عزت کرنا چھوڑ دیں۔

چنانچہ ایک دن خلیفہ کے بھیجے ہوئے اہلکار مدینہ میں امام محمد باقرؑ کے گھر پہنچے اور بولے: خلیفہ ہشام نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ آپ کو شام لے جائیں۔

امام محمد باقرؑ اور ان کے بیٹے جعفر صادقؑ تیار ہوئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر ہشام کے کارندوں کے ہمراہ شام چلے گئے۔ شام پہنچتے ہی خلیفہ کے ملازم محل کی طرف چلے اور محل کے دروازے پر جا کر گھوڑوں سے اتر گئے۔ دربان (محل کا چوکیدار) فوراً دوڑتا ہوا اندر گیا اور ہشام کو بتایا کہ امام محمد باقرؑ محل کے دروازے پر پہنچ گئے ہیں۔ ہشام نے دل میں سوچا کہ مجھے ابھی سے ہی محمد باقرؑ کی توہین شروع کر دینی چاہئے۔ بہتر ہے کہ میں انہیں محل میں آنے کی اجازت نہ دوں اور یہ چند دن تک محل کے باہر میری اجازت کا انتظار کریں۔ اس طرح سے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ مجھ سے ملاقات کے لئے میرے محل میں آئے ہیں اور محمد باقرؑ کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں کتنا طاقتور خلیفہ ہوں۔

اس مقصد کی خاطر اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ محمد باقرؑ اور ان کے بیٹے جعفر صادقؑ کو محل کے باہر روک کر رکھیں؛ نہ انہیں اندر آنے دیا جائے اور نہ انہیں کسی اور جگہ پر جانے کی اجازت دی جائے۔

چند دنوں تک امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ محل کے باہر ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن خلیفہ نے اپنے غلاموں سے کہا کہ محمد باقرؑ اور ان کے بیٹے کو محل میں لایا جائے۔

غلام امامؑ کے پاس آئے تو دونوں خلیفہ کے پاس جانے کے لئے تیار ہوئے اور چند سپاہیوں کے ساتھ محل میں داخل ہو گئے۔ سپاہی ان دونوں کو لے کر محل کے اندر موجود ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہوئے۔ جب وہ ہال میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ہشام تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے اردگرد درباری اور دوسرے غلام اور سپاہی کھڑے ہوئے ہیں۔ امامؑ نے ہال میں داخل ہونے کے بعد ہشام کی طرف دیکھے بغیر وہاں موجود تمام لوگوں کو سلام کیا۔

خلیفہ ہشام کا خیال تھا کہ امام محمد باقرؑ یہ شان وشوکت دیکھ کر گھبرا جائیں گے اور اس کے قریب آ کر اسے مخصوص انداز سے سلام کریں گے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ امامؑ نے اس کے بجائے تمام لوگوں پر ایک ساتھ سلام کیا ہے تو اسے بہت غصہ آیا اور اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ کچھ دیر تک ہشام نے اپنے اوپر قابو پایا پھر امامؑ سے کہنے لگا: آج ہم نے دربار میں تیراندازی کا مقابلہ رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس میں شرکت کریں۔

امام نے فرمایا: مجھے اس کام سے معاف رکھو۔ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اچھی طرح سے تیراندازی نہیں کر سکتا۔

خلیفہ نے سوچا کہ وہ اس طرح سے امامؑ کی اہمیت کو کم کر سکتا ہے، اس لئے بولا: نہیں خدا کی قسم! میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔ آپ کو اس مقابلے میں شرکت کرنا ہو گی۔

اس کے بعد اس نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا کہ امامؑ کو تیر اور کمان دیدے۔ سپاہی نے فوراً امامؑ کو تیر اور کمان دے دی۔ نشانہ ایک دائرہ تھا جو کچھ فاصلے پر

ہشام کے روبرو رکھا ہوا تھا۔ امامؑ سمجھ گئے تھے کہ ہشام کیا چاہتا ہے۔ اس لئے امامؑ نے کمان اٹھائی اور اس میں تیر لگا کر نشانہ باندھا اور احتیاط کے ساتھ تیر چھوڑا۔ تیر نشانے کے بالکل درمیان میں جا کر لگا۔ درباری یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

خلیفہ نے دل میں کہا: یقیناً یہ ایک اتفاق تھا، ان کو دوسرا تیر پھینکنا ہوگا۔

اب امامؑ نے دوسرا تیر اٹھا کر کمان میں لگایا اور اچھی طرح نشانہ لے کر دوسرا تیر چھوڑا جو پہلے تیر کے بالکل درمیان میں لگا اور اسے توڑتا ہوا نشانے پر جا کر پیوست ہوگیا۔ تیراندازی کا یہ کمال دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔

ہشام کو اس کی توقع نہیں تھی اس لئے وہ بہت ناراض ہو رہا تھا۔ اب امامؑ نے تیسرا تیر اٹھا کر کمان کے ذریعے سے نشانے کی طرف پھینکا جو دوسرے تیر کو درمیان سے توڑتا ہوا نشانے پر جا لگا۔ درباری بے اختیار ہو کر واہ واہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند کرنے لگے۔ کیونکہ انہوں نے آج تک کسی کو اتنی مہارت سے تیراندازی کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

امام محمد باقرؑ نے اس کے بعد بھی چند تیر پھینکے جو پہلے کی طرح گذشتہ تیر کو چھیدتے ہوئے بالکل نشانے پر جا کر لگے۔ خلیفہ چاہتا تھا کہ اس مقابلے کے ذریعے سے امامؑ کی توہین کرے لیکن اس نے دیکھا کہ اس کے اپنے درباری بہت احترام اور عزت کے ساتھ امامؑ کو دیکھنے لگے ہیں۔ ہشام بہت غضبناک ہوا لیکن اس نے اپنے غصے پر قابو پانے اور امامؑ کے ساتھ اچھا سلوک ظاہر کرنے کی کوشش کی اور حکم دیا کہ امامؑ اس کے پاس آ کر تخت پر تشریف رکھیں۔ لیکن امامؑ نے انکار کر دیا اور وہیں کھڑے رہے۔ ہشام کہنے لگا: اے ابوجعفر! آپ عرب و عجم کے

ماہر ترین تیر انداز ہیں۔ یہ تیر اندازی آپ نے کہاں سے سیکھی؟

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: مدینہ میں لوگوں کو تیر اندازی کا شوق بہت زیادہ ہے۔ میں بھی جوانی میں تیر اندازی کیا کرتا تھا۔ لیکن کئی سال سے میں نے تیر اندازی نہیں کی تھی یہاں تک کہ آج تمہارے اصرار پر تیر اندازی کی۔

ہشام بولا: آج تک میں نے ایسی تیر اندازی نہیں دیکھی تھی۔ آپ بہت ماہر ہیں۔

اے ہشام! ہم اہلبیت رسولؐ ہیں۔ علم اور صلاحیتیں ہمیں خدا نے بخشی ہیں اور یہ ہم اپنے اجداد سے میراث میں حاصل کرتے ہیں۔ جو علم و ہنر دوسروں کے پاس ناقص صورت میں ہوتا ہے وہ ہمارے پاس کمال کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہشام کو یہ بات بہت ناگوار گزری تو بولا: کیا ہم اور آپ، عبد مناف کی اولاد نہیں ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: کیوں نہیں! ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں، لیکن خدا نے اپنے علم اور خاص راز دے کر ہمیں برتری عطا کی ہے۔ جیسا کہ میرے جد محمدؐ تمام عالم پر برتری رکھتے تھے اور کوئی ان کے برابر نہیں تھا۔

ہشام کا غصہ اور بڑھ گیا تھا۔ اب وہ اپنے کام اور اپنی باتوں پر پچھتا رہا تھا۔ اس لئے اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ امام محمد باقرؑ اور جعفر صادقؑ کو واپس مدینہ چھوڑ آئیں۔ اب وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے امامؑ کو راستے سے ہٹا دے۔ چنانچہ اس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ واحد راستہ اسے یہی نظر آیا کہ امامؑ کو زہر سے شہید کردے۔ یہی کام معاویہ نے امام حسنؑ کے ساتھ کیا تھا۔

ایک دن ہشام نے اپنے ایک کارندے کو خطرناک زہر دیا اور بولا: یہ زہر کسی بھی طرح سے محمد باقرؑ کو کھلادو۔

چنانچہ ۷ ذی الحج ۱۱۴ ہجری کے دن امام محمد باقرؑ اس زہر کے اثر سے شہید ہوگئے۔اس وقت امامؑ کی عمر مبارک تقریباً ۵۷ سال تھی۔شہادت سے پہلے امام محمد باقرؑ نے اپنے بیٹے امام جعفر صادقؑ کو بلایا اور فرمایا: بیٹا! مجھے زہر دے دیا گیا ہے۔میں آج رات اس دنیا سے رخصت ہوجاؤں گا۔میں نے ابھی کچھ دیر پہلے اپنے بابا امام زین العابدینؑ کو خواب میں دیکھا۔انہوں نے مجھے ایک بہت لذیذ شربت دیا۔میں نے وہ پی لیا۔بابا نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ میں بہت جلد خدا کے پاس چلا جاؤں گا۔

امام جعفر صادقؑ یہ باتیں سُن کر رونے لگے۔امام محمد باقرؑ نے وہ انگوٹھی اور قرآن اپنے بیٹے جعفر صادقؑ کو دیا جو انہیں امام زین العابدینؑ نے شہادت کے وقت دیا تھا۔پھر آپؑ نے امام صادقؑ کو آخری وصیتیں کیں۔

امام محمد باقرؑ کی بات درست ثابت ہوئی اور آپؑ اسی رات اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔اگلے دن مدینہ میں ہر طرف گریہ وزاری اور ماتم وعزاداری ہورہی تھی۔لوگ امام محمد باقرؑ کے گھر جمع ہوئے اور ان کے جنازے کو قبرستان بقیع میں امام زین العابدینؑ اور امام حسنؑ کے پہلو میں دفن کردیا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے
امام حسن علیہ السلام سے فرمایا:

بچوں کا دل خالی زمین کی طرح ہوتا ہے جو بیج اس میں ڈالا جائے وہ اس کو قبول کر لیتا ہے (اور اس کو پروان چڑھاتا رہتا ہے)۔ اس لئے میں نے (تمہارے بچپن سے فائدہ اٹھایا اور) قبل اس کے کہ تمہارا دل سخت ہو جائے یا ذہن مشغول ہو جائے تمہیں آداب سکھا دیئے۔

پیشکش

مرکز علم وعمل الٰہی

E-31 رضویہ سوسائٹی - ناظم آباد کراچی

پوسٹ بکس نمبر: 2157 ناظم آباد کراچی

فون: 6622656

Printed By: Al-Basit printers 021-6606241